نظرات

پرنس نجم الدین کی وفات کا حادثہ اتنا المناک اور صدمہ انگیز ہے
کہ ہمیں اس کے دوررس اثرات کے تصور ہی سے وحشت ہو رہی ہے،
ان جیسا دردمند مسلمان، ان جیسا عالم و فاضل اور ذہین شخص، ان جیسا سوشل
ریفارمر، ان جیسا ماہر تعلیم اور ان جیسا اعلیٰ دماغ منتظم ایک مدت سے مسلمانوں میں
کوئی دوسرا نہیں تھا، کہنے کو وہ بوہرہ فرقہ کے مسلمانوں کے روحانی پیشواؤں کے خاندان
کے اہم ترین فرد تھے لیکن حقیقتاً ان کے فکر و نظر کی اڑان آفاقی تھی۔ جہاں کہیں
مسلمانوں کی صف میں کسی بدنظمی کے آثار ظاہر ہوتے، جہاں کہیں، کسی مسلم تحریک کو
کوئی مشکل درپیش ہوتی، جہاں کہیں کسی مسلم ادارہ کو رہنمائی، تعاون اور مدد کی ضرورت
ہوتی، ان کا دل دردمندی اور بے قراری کی شدت سے دھڑکنے لگتا اور وہ پوری توجہ
اور فراخ دلی کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتے۔ کتنے مسلم رہنماؤں نے ان کی
دل سوزی اور ہمدردی سے فیض اٹھایا، کتنے اداروں نے ان کی فیاضی اور بیغرضی
سے استحکام حاصل کیا، کتنی تحریکوں نے ان کے تعاون اور خاموش امداد سے
قوت اور حوصلہ پایا۔ کتنے صاحب علم و فن، ان کی قدردانی اور سرپرستی سے سیراب
اور فیض یاب ہوئے، اس کی لامتناہی اور طویل داستان، اب ان ہی کے ساتھ
فراموش ہو گئی۔

وہ مسلمانوں کی فلاحی تحریکوں کے روحِ رواں، آدھی صدی سے زیادہ عرصے تک بنے رہے لیکن ان کی سمندروں جیسی گہرائی، ان کی فطرت کا خاموش جوہر ان کی منکسر مزاجی نے کبھی بھی اپنے کو کھولنے اور وا شگاف کرنے کے سطحی انداز کے قریب نہیں آنے دیا۔ مسلمانوں کی ملی سرگرمیوں کی سرزمین پر ان کا وجود سورج کی طرح تھا، جس کی کرنوں کا فیض، خاص و عام کے امتیاز اور فرق کے بغیر، ہر ایک کے لیے دستیاب تھا۔

وہ بوہرہ فرقہ کی فلاحی اور جماعتی سرگرمیوں کا ایک ایسا محور تھے کہ بلاشبہ اس کے معاشی، علمی، دینی اور سماجی امنگوں کے سارے سوتے ان ہی کی ذات کے سرچشمے سے پھوٹتے رہے، انھوں نے اپنے عظیم الشان والد سیدنا طاہر سیف الدین سے ملت کی دلسوزی، رہنمائی اور فیض رساں طبیعت ورثہ میں پائی تھی، اور ان ہی کی تربیت سے ان کے اندر وہ علمی اور تہذیبی مذاق پیدا ہوا، جس کی بلندی اور گیرائی کی دوسری مثال ان کے حلقے میں نہیں پائی جاتی، نوجوانی ہی کے دور میں ان کی علمی اور ادبی، اور تاریخی شعور کی پرچھائیاں، ملت کے دینی، علمی اور مذہبی حلقوں پر محسوس ہونے لگی تھیں، پھر جوں جوں وقت گذرتا گیا، ان کے کاموں اور مشغولیتوں کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اور آخر آخر وہ ایک ایسے آفتاب عالم تاب کی طرح، موجودہ وقت کے عالمِ اسلام پر قائم ہوگئے جس کی کرنوں کے سامنے ملکوں اور سلطنتوں کی حدود بے معنی ہو کر رہ گئیں۔

ان کے عظیم المرتبت بھائی سیدنا برہان الدین کی شفقتوں اور محبتوں نے جہاں ان کی اپنی دنیا کو روشن کیا وہاں ان کی اپنی دنیا کی روشنی نے

ساری دنیا میں پھیلی ہوئی بوہرہ فرقہ کی ترقی اور کارناموں کی رفتار میں ایسی تیزی پیدا کی کہ یہ فرقہ پورے عالم اسلام میں، بے مثال احترام اور عزت کا مستحق سمجھا جانے لگا۔

پرنس نجم الدین نہ صرف ہندوستان بلکہ پاکستان، یمن، مصر اور ہمی ایسے ملکوں میں جہاں بوہرہ فرقہ کی آبادیاں پائی جاتی ہیں، ایک ایسے قابل احترام درجہ اور ایک ایسے باعزت مقام کے مالک بن گئے، جس کے بنانے میں ان کی ذاتی خوبیوں اور شخصی کمالات نے حصہ لیا تھا۔ وہ عربی، گجراتی اور انگریزی کے قادر الکلام ادیب اور ایسی شخصیتوں میں سے ایک تھے، جن کے افکار اور جن کی تعمیری جدوجہد میں حیرت ناک مطابقت پائی جاتی تھی، وہ سورت کی جامعۃ السیفیہ کے ریکٹر اور اس یونیورسٹی کے ایسے معمار تھے جس نے بوہرہ فرقہ میں، عالموں اور فاضلین مذہب کی ایک پوری قطار پیدا کرنے میں حصہ لیا تھا ان کی متعدد کتابوں سے جو حسب ضرورت عربی، گجراتی اور انگریزی میں لکھی گئیں ان کے تبحر علمی اور گہرے مذہبی شعور کی ترجمانی کے علاوہ بوہرہ فرقہ کی دینی اور مذہبی رہنمائی میں بھی حد درجہ مفید اور کارآمد ثابت ہوئیں اور جامعۃ السیفیہ کا علمی اور داخلی معیار، دنیا بھر کے مدرسوں اور دینی اداروں کے لئے ایک مثالی اور قابل رشک معیار بن گیا۔ ابھی کچھ دنوں پہلے انھوں نے پاکستان میں بھی سورت کی اس جامعۃ السیفیہ کے نمونے پر ایک یونیورسٹی قائم کی، اور سیدنا برہان الدین کی سرپرستی میں، ایک عظیم الشان لائبریری اور دوسرے شعبے قائم کرنے کی تقریب منعقد کی تو صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق اور پاکستان کے دوسرے وزیروں نے جہاں اس تقریب میں شرکت کر کے، اس کے

وقار میں اضافہ کیا، وہاں پرنس نجم الدین اور سیدنا برہان الدین کی وجہ سے ہندوستان کا نام بھی روشن ہوا اور ایک ایسی مثال وہاں قائم ہوئی، جس سے ثابت ہوا کہ پاکستان کی ایک علمی ضرورت کو، ہندوستان کے صاحبِ علم لوگ اس طرح پورا کر سکتے ہیں کہ پاکستان کے ارباب علم و اقتدار اس کے معیار اور نفاست کو دیکھ کر حیران رہ جائیں۔

اس سے پہلے انھوں نے قاہرہ کی، فاطمی اقتدار کی یادگار مسجد کی تعمیر نو میں حصہ لیا، اور اپنے اسلاف کے ورثہ کی حفاظت اور اس کی قابل فخر طرز تعمیر کی بقاء کے سلسلے میں ایک ایسا لازوال کارنامہ انجام دیا، جو آنے والی صدیوں میں سیدنا برہان الدین اور پرنس نجم الدین دونوں کی اعلیٰ ظرفی، بلند حوصلگی اور فیاضی کی یاد دلاتا رہے گا۔ انھوں نے اس جامع مسجد کی تعمیر نو میں دراصل اس تعمیری آرٹ کو از سر نو زندہ کرنے اور اسے ابدیت سے ہم کنار کرنے کے جذبہ کی تکمیل کی جو مصر کی خلافت کے مخصوص اور امتیازی فن تعمیر کی حیثیت رکھتا تھا اور گردش ایام سے مٹنے کے قریب پہونچ چکا تھا۔

وہ نہ صرف مصر کی فاطمی خلافت کی روایتوں کے امین بلکہ اس کے قابل فخر کارناموں کے سچے معنوں میں وارث تھے اور انھیں اپنے اخلاف کی عظمتوں کا پورا احساس تھا، اور وہ فاطمی خلفاء کے جانشین کی حیثیت سے، ان تمام روایتوں اور امتیازی کاموں

کو زندہ رکھنے کا ایک تیز اور شدید جذبہ رکھتے تھے، جن کی بدولت تاریخ اسلام میں فاطمی خلافت کو ایک ممتاز درجہ حاصل ہوا تھا۔

سیدنا برہان الدین اور پرنس نجم الدین کے اس بے لوث جذبہ اور گہری جذباتی وابستگی کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے، کہ جب انھوں نے قاہرہ کی اس یادگار جامع مسجد کو اپنے خرچ پر تعمیر کرنے کی تجویز مصری حکومت کے سامنے پیش کی تو ان کی نیت اور مقاصد کے بارے میں اول اول مصری لیڈروں کو شک و شبہات پیدا ہوئے اور انھوں نے اس مسجد کی تعمیر کی اجازت دینے کے باوجود بہت دنوں تک اس تعمیر کے مقاصد کے بارے میں خفیہ تحقیقات جاری رکھی، لیکن جب انھیں ان کی بے لوثی اور بے غرضی کا یقین ہوگیا تو اس کی افتتاحی تقریب میں نہ صرف صدر سادات، پوری خوش دلی اور قلبی انشراح کے ساتھ شریک ہوئے بلکہ پوری مصری حکومت نے اس تقریب کو یادگار اور باوقار بنانے میں اس طرح حصہ لیا کہ یہ تقریب عالم اسلام کی ایک یادگار تقریب بن گئی۔

جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے تو پرنس نجم الدین، یہاں کی ہر ملی اور دینی تحریکوں کے جزو لاینفک سمجھے جاتے تھے، مسلم مجلس مشاورت کی سرگرمیاں ہوں، تحفظ شریعت کی تحریک، یا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جدوجہد یا مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کی بحالی کی مہم۔ ہر تحریک میں انھوں نے

پوری دلچسپی کے ساتھ نہ صرف حصہ لیا، ہر ملی کام میں نہ صرف یہ کہ پوری طرح شریک رہے بلکہ ہر آڑے وقت میں ان کاموں کی رہنمائی اور ہر طرح کے تعاون، اور امداد میں فیصلہ کن کردار بھی ادا کیا۔ ان کی دلچسپیاں، ان کی ہمدردی اور تعلق صرف بوہرہ فرقہ کے لئے مخصوص اور محدود نہیں تھا بلکہ وہ فرقہ اور برادری کے محدود دائروں سے بہت بلند اور پورے عالم اسلام کی سربلندی کے ایک ایسے علم بردار تھے، جن کی نظیر اس زمانے میں مفقود اور ناپید تھی۔ مفتی عتیق الرحمان عثمانیؒ کے ساتھ ان کا ذاتی تعلق، ان کی گہری رفاقت اور عزت واحترام کا رویہ نہ صرف اول سے آخر تک برقرار رہا بلکہ وہ ان کے ایسے قدردانوں اور رفیقوں میں سے ایک تھے، جن کے جذبۂ اخلاص کی حدود، مفتی عتیق الرحمان عثمانی کی عقیدت تک بعض اوقات وسیع ہو جاتی تھیں۔ ماہنامہ برہانؔ کے مفکر ملت نمبر کے لئے ان کے جو تاثرات ابھی حال ہی میں موصول ہوئے تھے جس میں انھوں نے پوری فراخدلی کے ساتھ ان کی ملی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا تھا۔ ہمارے لئے یہ بڑی ہی اذیت ناک اور صدمہ انگیز بات ہے کہ ہمیں نظرات کے کالموں کو یکے بعد دیگرے ماتم کے لئے مخصوص کرنا پڑا۔ گذشتہ شمارے میں مولانا حفیظ الرحمان واصف کی وفات پرغم واندوہ کے تاثرات ابھی تازہ تھے کہ پرنس نجم الدین کی رحلت کا یہ تازہ سانحہ پیش آگیا، ان کی وفات سے یقیناً 'برہان' کو ایک سچے قدردان سے محروم ہونا پڑا اور ملت اسلامیہ ایک ایسے صدمہ انگیز نقصان سے دوچار ہوئی، جس کی تلافی کی کوئی صورت موجود نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے

مقام اخروی کو بلند کرے، اور ان کے عظیم الشان بھائی سیدنا برہان الدین اور بوہرہ فرقہ کو ان کی وفات کے صدمہ پر صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

ہندوستانی مسلمانوں کی سیاسی کروٹوں کی
تنقیدی اور تنقیحی دستاویز

اُفکار و عزائم

مصنف: جمیل مہدی

قومی اور بین الاقوامی، اور ملی مسائل کا ایک آئینہ
ماضی کے پس منظر میں مستقبل کی جانب پیش رفت

قیمت: سو روپے

آج ہی اپنا آرڈر اس پتہ پر بھیجیں اور استفادہ حاصل کریں۔

ملنے کا پتہ

مینیجر مکتبہ برہان، اردو بازار جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶